اس رسالہ مبارکہ میں گمراہیت کے پیشواؤں کے علم غیب پر
ان شبہات کا بے نظیر ازالہ کیا گیا ہے. جن پر ان کو بڑا ناز تھا۔

اِزَاحَۃُ الْعَیْبِ بِسَیْفِ الْغَیْبِ

۱۳۳۰ھ

یعنی غیب کی تلوار سے عیب کو دور کرنا

تصنیف

امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

مجلس رضا

مرکزی

Scanned by CamScanner

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

سلسلہ اشاعت نمبر 8

نام کتاب ۔۔۔۔۔۔۔۔ اِزَاحَۃُ العَیبِ بِسَیفِ الغَیب ۱۳۳۰ھ

مصنف ۔۔۔۔۔۔۔۔ مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

موضوع ۔۔۔۔۔۔۔۔ علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

صفحات ۔۔۔۔۔۔۔۔ 32

تاریخ اشاعت ۔۔۔۔۔۔ ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ مطابق ستمبر 2014ء

تعداد ۔۔۔۔۔۔۔۔ دو ہزار

ناشر ۔۔۔۔۔۔۔۔ مرکزی مجلس رضا لاہور

شائقین مطالعہ 20 روپے کی ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کر سکتے ہیں

ملنے کا پتہ

19-B جاوید پارک شادباغ لاہور

مسلم کتابوی گنج بخش روڈ دربار مارکیٹ لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مسئلہ : از مدرسۂ دیوبند ضلع سہارن پور مرسلہ یکے از اہلسنت نصرہم اللہ تعالیٰ بوساطت جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی سلمہ اللہ تعالیٰ۔

تسلیماتِ دستِ بستہ کے بعد گذارش ہے بندہ اس وقت وہاب گڑھ مدرسہ دیوبند میں مقیم ہے۔ جنابِ عالی (یعنی جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی) جو جو باتیں آپ نے ان لوگوں کے حق میں فرمائی تھیں وہ سب سچ ہیں۔ سَرِ مُو فرق نہیں۔ عید کے دن بعد نماز جمیع اکابر علماء و طلباء و رؤسا نے مل کر عید گاہ میں بقدر ایک گھنٹہ یہ دُعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ جارج پنجم بادشاہ لندن کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور اس کے والد کو خدا مغفرت نصیب کرے اور جس وقت جارج پنجم ولایت سے بمبئی کو آیا تو مُبلغ ۴۲ روپیہ کا تار برائے خیر مقدم یعنی سلامی روانہ کر دیا اور بتاریخ ۱۳ ذی الحجہ ایک بڑا جلسہ کر دیا کہ جو چار گھنٹے مختلف علماء نے بادشاہ انگریز کی تعریف اور دُعا بیان کی اور خوشی کے واسطے مٹھائی تقسیم کی اور عین خطبہ میں بیان کیا کہ امام احمد بن حنبل نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امام احمد نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری کتنی عمر باقی ہے آپ نے پانچ انگشت اٹھائیں پھر برائے تعبیر محمد بن سیرین کے پاس آئے انہوں نے فرمایا، بِخَمۡسٍ لَّا یَعۡلَمُھَا اِلَّا ھُوَ تو معلوم ہو کہ :

آپ مُطَّلِعُ عَلَی الۡغَیۡب نہیں۔

دوم ذُوالیَدَین کی حدیث کو بیان کیا کہ آپ کو نماز میں سہو ہو گیا۔ جب ذوالیدین نے بار بار استفسار کیا اور آپ نے صحابہ سے دریافت کیا تو پھر نماز

کو پُورا کیا اِس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے علمِ مشاہدہ میں نقصان ثابت ہو گیا۔ علم غیب پر اطلاع تو ابھی دُور ہے انتہی۔

یہاں کے لوگ اس قدر بد معاش ہیں کہ مولوی محمود حسن مدرس اوّل درجہ حدیث نے مسلم شریف کے سبق میں باب شفاعت کی اس حدیث میں کہ "آپ نے جب تمام مسلمین کی شفاعت کی اور سب کو نجات دیدیا مگر کچھ لوگ رہ گئے یعنی منافقین وغیرہ تو آپ نے اِن کے واسطے شفاعت کی تو فرشتوں نے منع کر دیا کہ تم نہیں جانتے ہو کہ ان لوگوں نے کیا کچھ نکالا بعد آپ کے، تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہر جمعہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اُمّت کے اعمال پیش ہوتے ہیں یہ غلط محض افتراء ہے۔ علمِ غیب کا کیا ذکر۔ اللہ اکبر۔

ترمذی شریف کے سبق ۲۷ صفحہ کے آخر میں۔ ایک عورت کے ساتھ زنا ہو گیا اکراہ کے ساتھ۔ تو اس عورت نے ایک شخص پر ہاتھ رکھا، آپ نے اس شخص کو رجم کا حکم فرمایا۔ پس دوسرا شخص اُٹھا اُس نے اقرار زنا کا کرلیا۔ پہلے شخص کو چھوڑا اور دوسرا مرجوم ہو گیا آپ نے فرمایا، تاب توبة الخ اگر شخص ثانی اقرار نہ کرتا تو پہلے شخص کی گردن اُڑا دیتے یہ اچھی غیب دانی ہے، ہذا قولہ۔

اور بھی وقتاً فوقتاً احادیث میں کچھ نہ کچھ کہے بغیر نہیں چھوڑتے اللہ اکبر مَعَاذَ اللّٰہِ مِنْ شَرِّہٖ۔

الجواب

اللہ عزّوجل گمراہی و بے حیائی سے پناہ دے۔ فقیر نے اَنْبَاءُ الْمُصْطَفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مختصر جملوں میں ان شبہات اور ان جیسے ہزاروں ہوں تو سب کا جواب شافی دے دیا مگر وہابیہ اپنی خرافات سے باز نہیں آتے ——
"اَلدَّوْلَةُ الْمَکِّیَّة" میں بیانِ اَبْیَن ہے میں پھر تذکیر کردوں کہ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ الْعَزِیْز

بار بار سُوال کی حاجت نہ ہو اور ذی فہم سُنّی ایسے لاکھ شبہے ہوں تو سب کا جواب خود دے لے۔

فقیر نے قرآن عظیم کی آیاتِ قطعیہ سے ثابت کیا کہ قرآن عظیم نے ۲۳ برس میں بتدریج نزولِ اجلال فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کَانَ وَ مَا یَکُوْن، یعنی روزِ اوّل سے آخر تک کی ہر شئے ہر بات کا علم عطا فرمایا اور اصول میں مُبرہن ہو چکا کہ آیاتِ قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث آحاد بھی مسلّم نہیں ہو سکتی اگرچہ سنداً صحیح ہو تو مخالف قرآن عظیم کے خلاف پر جو دلیل پیش کرے اس پر چار باتوں کا لحاظ لازم۔

اوّل : وہ آیت قطعی الدلالت یا ایسی ہی حدیث متواتر[1] ہو۔

دوم : واقعہ تمامی نزول قرآن کے بعد کا ہو[2]۔

سوم : اس دلیل سے رأساً عدم حصولِ علم ثابت ہو کہ مخالف مُستدل ہے اور محل ذہول میں اس پر جزم محال اور وہ منافی حصول علم نہیں بلکہ اُس کا مُثبت و مقتضی[3] ہے۔

چہارم : صراحۃً نفی علم کرے ورنہ بہت عُلوم کا اظہار مصلحت نہیں ہوتا اور اَللّٰہُ اَعْلَمُ یا خدا ہی جانے یا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ایسی جگہ قطع طمع جواب کے لیے بھی ہوتا ہے اور نفی حقیقت ذاتیہ، نفی حقیقت عطائیہ کو مستلزم نہیں[4]۔ اللہ عزوجل روزِ قیامت

---

[1] حدیث متواتر۔ وہ حدیث شریف جس کے راوی اس کثرت سے ہوں کہ اُن کا جھوٹ پہ اتفاق عقل محال سمجھے (مترجم)۔ [2] یعنی جس واقعہ کو عدمِ علم کی دلیل بنایا گیا ہو، وہ قرآن پاک کے مکمل نازل ہونے کے بعد پیش آیا ہو [3] مخالف نے جس واقعہ کو دلیل بنایا ہو اس میں صرف عدمِ حصول علم والا اِحتمال ہی ہو اور توجہ نہ ہونے کا اِحتمال نہ ہو کیونکہ کسی واقعہ سے ذہول ہو جانا، توجہ نہ ہونا، علم نہ ہونے کی دلیل نہیں بلکہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس چیز کا علم تو ہے، لیکن وقتی طور پر اس کی طرف توجہ نہیں گئی۔

[4] قطع طمعِ جواب : یعنی جواب کی توقع نہ رکھو۔

رسولوں کو جمع کر کے فرمائے گا مَاذَا اُجِبْتُمْ تم جو کفار کے پاس ہدایت لے کر گئے انہوں نے تمہیں کیا جواب دیا؟ سب عرض کریں گے لَا عِلْمَ لَنَا ہمیں کچھ علم نہیں، ان شبہات اور ان کے اَمثال کے رَد کو یہی چار جملے بس ہیں اور یہاں امر پنجم اور ہے کہ وہ واقعہ روزِ اوّل سے قیامِ قیامت تک یعنی اُن حوادث سے جو لوحِ محفوظ میں ثبت [1] ہیں کہ انہیں کے احاطہ کا دعویٰ ہے۔ امور متعلقہ ذات وصفات وابَدُ وغیرہ نامتناہیات سے ہو تو بحث سے خروج اور دائرہ جنون وسَفاہت میں صریح وُلوج [2] ہے۔ ان جملوں کے لحاظ کے بعد وہابیہ کے تمام شبہات برباد ہو جاتے ہیں۔ کَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ۔

اب یہیں ملاحظہ کیجئے:

اوّلاً چاروں شبہے امر اوّل سے مردود ہیں۔ ان میں کون سی آیت یا حدیث متواتر قطعی الدلالۃ ہے۔

ثانیاً دوسرا اور چوتھا شبہ امر دوم سے دوبارہ مردود ہیں کہ یہ اَیّامِ نُزُول کے وقائع [3] ہیں۔ یا کم از کم ان کا بعد تمامی نزول ہونا ثابت نہیں۔

ثالثاً دوسرا شبہ امر سوم سے سہ بارہ اور تیسرا دوبارہ مردود ہے شبہہ دوم میں تو صریح بدیہی یقینی ذہول [4] تھا نماز فعل اختیاری ہے اور اَفعالِ اختیاریہ بے علم وشعور ناممکن۔ مگر وہابیہ بدیہیات [5] میں بھی انکار رکھتے ہیں، ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ يُكَابِرُونَ [6]۔

---

[1] لکھے جا چکے ہیں۔

[2] جنون وبے وقوفی کے دائرہ میں داخل ہونا ہے۔

[3] واقعات۔

[4] وقتی طور پر ذہن اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

[5] وہ امور جن کا مفہوم بالکل واضح ہے۔

[6] یہ اس لیے ہے کہ وہابی لوگ مکابرہ اور غرور سے کام لیتے ہیں۔

اور شبہہ سوم کا حال بھی ظاہر روزِ قیامت کا عظیم ہجوم تمام اوّلین و آخرین والنس و جنّ کا اژدہام لاکھوں منزل کے دَور میں مقام اور حوض و صراط و میزان پر گنتی شمار کی حد سے باہر مختلف کام اور ہر جگہ خبر گیراں صرف ایک محمد رسول اللہ سیّد الانام علیہ و علیٰ آلہٖ افضل الصلاۃ والسلام اِس سے کروڑویں حصّے کا کروڑواں حصّہ ہجوم کارہائے عظیمہ مُہمّہ اگر ایسے دس ہزار پر ہو جن کی عقل نہایت کامل اور حواس کمال مجتمع اور قلب اعلیٰ درجہ کا ثابت تو اُن کے ہوش پراں ہو جائیں، آئے حواس گم ہوں۔ یہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سینۂ پاک ہے جس کی وسعت کے حضور عرشِ اعظم مع جُملہ عوالم صحرائے لق و دق[1] میں بھنگے کے مانند ہیں۔ جیسے ان کا ربّ فرماتا ہے، اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ پھر ان عظیم و خارج از حد شمار کاموں کے علاوہ وقت وہ سہمناک کہ اکابر انبیاء و مُرسلین نَفْسِی نَفْسِی پکاریں۔ ربّ عزّ و جل اُس غضبِ شدید کے ساتھ تجلّی فرمائے ہو کہ نہ اس سے پہلے کبھی ہوئی نہ اُس کے بعد کبھی ہو، پھر ایک ایک مسلمان انھیں اس سے زیادہ پیارا جیسے مہربان ماں کو اکلوتا بچّہ۔ وہ جوشِ ہیبت، وہ کام کی کثرت وہ وُفورِ رحمت، وہ لاکھوں منزل کا دَورہ، وہ کروڑوں طرف نظر، سنکھوں طرف خیال[2]۔ ایسی حالت میں اگر بعض باتیں ذہنِ اقدس سے اُتر جائیں تو عین اعجاز ہے جس سے بالا صرف علمِ الٰہی ہے وبس۔ وَلٰكِنَّ الْوَهَّابِيَّةَ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ اور اس پر صریح دلیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اُمّت کا دکھایا جانا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمّت کے اعمال برابر عرض ہوتے رہنا، تو ہے ہی۔ جس پر احادیث کثیرہ ناطق ہیں، اگرچہ وہابیہ اپنی ڈھٹائی سے انکار کریں۔

صریح دلیلِ قطعی

مگر سب سے زیادہ صاف صریح دلیل قطعی یہ ہے کہ آخر روزِ قیامت کچھ لوگوں کی نسبت یہ واقعہ پیش آنے کی حدیث بیان کون فرما رہا

---

[1] لق و دق میں بھنگے کی مانند: بمعنی چٹیل اور غیر آباد۔ ویرانہ۔ ہُو کا عالم۔

[2] سنکھوں کی طرف خیال اربہا ارب کی طرف خیال و توجہ۔

ہے؛ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو ارشاد فرما رہے ہیں۔ اگر اس ہجوم عظیم کارہائے خطیر میں ذہول[1] نہ ہوتا تو یہ واقعہ واقع ہی نہ ہوتا تو اس وقت اتنے ذہول سے چارہ نہیں۔ لِیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا وَلٰکِنَّ الْوَھَابِیَۃَ قَوْمٌ یُّفْرَقُوْنَ[2]۔

رابعاً پہلا شبہہ امر چہارم سے دوبارہ مردود ہے۔ کسی کی مقدار عمر و وقت موت اُسے بتا دینا غالب اوقات اکثر ناس[3] کے لیے مصلحت دینیہ کے خلاف ہے تو ایسے مُہمل سوال کے جواب سے اگر اعراض[4] فرمایا اور حوالہ بخدا فرما دیا۔ کیا مستبعد[5] ہے۔

فائدہ یہ انہیں جملوں سے ان چاروں شبہوں کے متعدد رَدّ ہوگئے۔ اب بتوفیقہٖ تعالیٰ بعض بقیہ افادات ذکر کریں کہ وہابیہ کی کمال جہالت آفتاب سے زیادہ روشن ہو اور چاروں شبہوں میں یہی ایک پر چار چار رَدّ ہو جائیں۔ فَاَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق۔

شبہ اولیٰ شبہ اولیٰ کے دو رد گزرے امر اوّل وچہارم سے **ثالثاً** حضرات علمائے وہابیہ کی حالت تماشا کردنی، امام احمد بن حنبل نے خواب دیکھا اور امام ابن سیرین سے تعبیر پوچھی۔ اے سبحان اللہ۔ جھوٹ گھڑے تو ایسا گھڑے۔ امام ابن سیرین کی وفات سے ساڑھے ترپن برس بعد امام احمد کی ولادت ہوئی ہے۔ ابن سیرین کی وفات نہم شوال ۱۱۰ھ کو ہے اور امام احمد بن حنبل کی ولادت ربیع الاول ۱۶۴ھ ایک سو چونسٹھ میں۔ تقریب میں ہے: مُحَمَّدُ بْنُ سِیْرِیْنَ ثِقَۃٌ ثَبْتٌ عَابِدٌ کَبِیْرٌ لَقَدْ مَاتَ سَنَۃَ عَشْرٍ وَّمِائَۃٍ[6]۔

وَفَیَاتُ الاعیان میں ہے، مُحَمَّدُ بْنُ سِیْرِیْنَ لَہُ الْیَدُ الطُّوْلٰی فِیْ

---

[1] ذہن کا وقتی طور پر متوجہ نہ ہونا۔
[2] تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کا فیصلہ کردے جس نے ہوکر رہنا ہے۔ اور لیکن وھابیہ گھبراہٹ کی شکار قوم ہے۔
[3] اکثر لوگوں کے لیے [4] توجہ نہ فرمائی [5] کیا بعید ہے۔
[6] امام محمد بن سیرین علیہ الرحمۃ ثقہ ثبت اور عابد کبیر ہیں آپ نے ۱۱۰ھ میں وصال فرمایا۔

تَعْبِيْرُ الرُّؤْيَا تُوُفِّيَ تَاسِعَ شَوَّالٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سَنَةَ عَشْرٍ وَّمِائَةٍ بِالْبَصْرَةِ[1]۔

تقریب میں ہے: اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ مَاتَ سَنَةَ اِحْدٰى وَاَرْبَعِيْنَ وَمِائَتَيْنِ ______ وَلَهٗ سَبْعٌ وَّسَبْعُوْنَ سَنَةً[2]۔

وفیات میں ہے: اَلْاِمَامُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ خَرَجَتْ اُمُّهٗ مِنْ مَرْوٍ وَهِيَ حَامِلٌ بِهٖ فَوَلَدَتْهُ فِيْ بَغْدَادَ فِيْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ سَنَةَ اَرْبَعٍ وَّسِتِّيْنَ وَمِائَةٍ[3]۔

مگر یہ کہیے کہ امام احمدؒ نے جب کہ اپنے جدِّ امجد کی پُشت میں نُطفے تھے، یہ خواب دیکھا اور امام ابن سیرین نے مَا فِی الْاَرْحَام سے بھی مخفی تر غیب مَا فِی الْاَصْلَاب کو جانا اور تعبیر بیان کی یوں آپ کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی غیب دانی نہ ہوئی تو ابن سیرین کو علم غیب ہوا۔ یہ شاید حضرت وہابیہ پر آسان ہو کہ ان کو اوروں کے فضائل سے اتنی عداوت نہیں جو اصل اصول جملہ فضائل یعنی فضائل حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے۔

لطیفۂ جلیلہ دیوبندی علماء کی یہ جہالت اپنے قابل ہے۔ ان کے اکابر کی ان سے بھی بڑھ کر اُن کے قابل تھی۔ عالی جناب امام الوہابیہ مولوی گنگوہی صاحب آنجہانی اپنے ایک فتوے میں اپنی دادِ قابلیت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حُسین بن منصور کے قتل[4] پر امام ابو یوسف شاگرد امام ابو حنیفہ جو کہ سیّد العلماء

---

[1] امام محمد بن سیرین کو خوابوں کی تعبیر کے علم میں کمال حاصل تھا آپ ۹ شوال ۱۱۰ھ کو فوت ہوئے۔

[2] امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ۲۴۱ھ کو ۷۷ سال کی عمر میں وصال ہوا۔

[3] حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ جب مَرْو سے چلیں تو حاملہ تھیں بغداد پہنچیں تو آپ پیدا ہوئے یہ ۱۶۴ھ کی بات ہے۔

[4] قتل پر قتل کا فتویٰ بھی قابلِ تماشا ہے۔ یعنی قتل کو قتل کیا جائے یا قاتل کو ۱۲ منہ قدس سرہٗ

تھے اور سیّد الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جو تمام سلاسل کے مرجع ہیں، دونوں نے فتویٰ قتل کا دیا بجا ہے درفن تاریخ ہم کمالے دارند سیّدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پنجم ربیع الآخر ۱۸۲ھ (ایک سو بیاسی کو ہے) اور حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہٗ کا یہ واقعہ ۲۴ ذی قعدہ ۳۰۹ھ (تین سو نو میں) دونوں میں، قریب ایک سو اٹھائیس برس کے فاصلہ ہے۔ مگر امام ابو یوسف کو غیب دان کہیے کہ اپنی وفات سے سوا سو برس بعد کے واقعہ کو جان کر حلاج کے قتل کا پیشگی فتویٰ دے گئے۔

تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی میں ہے:

القاضی ابو یوسف الامام العلامۃ فقیہ العراقین صاحب ابی حنیفۃ اجتمع علیہ المسلمون مات فی ربیع الآخر سنۃ اثنتین وثمانین ومائۃ عن سبعین سنۃ ولہ اخبار فی العلم والسعادۃ۔

وَفَیَاتُ الاعیان میں ہے: کانت ولادۃ القاضی ابی یوسف سنۃ ثلث عشرۃ ومائۃ وتوفی یوم الخمیس اوّل وقت الظہر لخمس خلون من شہر ربیع الاوّل سنۃ اثنتین وثمانین ومائۃ ببغداد۔

اسی میں تاریخ شہادتِ حضرت حلّاج میں لکھا: یوم الثلثاء لسبع وقیل لست بقین من ذی القعدۃ سنۃ تسع وثلث مائۃ۔

سلطان اورنگ زیب محی الدین عالمگیر انار اللہ تعالیٰ برہانہٗ کی حکایت مشہور ہے کہ کسی مدعی ولایت کا شہرہ سُن کر ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کی عُمر طویل بتائی جاتی تھی۔ سلطان نے پوچھا جناب کی عمر شریف کس قدر ہے۔ کہا مُجھے تحقیق تو یاد نہیں مگر جس زمانے میں سکندر ذوالقرنین امیر تیمور سے لڑ رہا تھا میں جوان تھا۔

سلطان نے فرمایا علاوہ کشف وکرامات در فن تاریخ ہم کمال دارند[1]۔
دیوبندی صاحبوں نے تو ترپن ۵۳ چون ۵۴ برس کا بل رکھا تھا۔ جناب گنگوہی صاحب سوا سو برس سے بھی اُونچے اُڑ گئے یعنی شملہ بمقدارِ علم۔ اس سنت پر قائم ہو کر اگر کوئی دیوبندی یا تھانوی حضرت گنگوہی صاحب کے تذکرہ میں لکھ دیتا کہ عالی جناب گنگوہیت مآب کو ابن ملجم نے غسل دیا اور یزید نے نماز پڑھائی اور شمر نے قبر میں اتارا تو کیا مُستبعد[2] تھا۔ بلکہ وہ اس کے قریب تر ہوتا دو وجہ سے:

اوّلاً ممکن کہ اشتراک اسما ہو۔ وفات گنگوہی صاحب کے وقت جو لوگ ان کاموں میں ہوں ان کے یہ نام ہوں۔

ثانیاً باب تشبیہہ واسع ہے جیسے لکل فرعون موسیٰ مگر جناب گنگوہی صاحب کے کلام میں کہ امام ابو یوسف شاگرد امام ابو حنیفہ جو کہ سید العلماء تھے کوئی تاویل بنتی نظر نہیں آتی سوا اس کے کہ اتنا عظیم جہلِ شدید یا حضرت امام پر اتنا بے باکانہ افترائے بعید وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْمَجِيْدِ۔

رابعاً بفرض صحت حکایت یہ معبّر کی اپنی مقدارِ علم ہے ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمر ہی بتائی ہو۔ خواہ مجموع خواہ باقی۔ یا پنج انگلیوں سے اشارے میں پانچ یا چھ دن یا ہفتے یا مہینے یا برس یا ساٹھ یا بہتر برس یا تیس سال دس مہینے گیارہ دن، یا اکتیس سال چار مہینے گیارہ دن یا اکتیس سال چار مہینے چند دن بارہ احتمال ہیں۔ کیا دلیل ہے کہ خواب دیکھنے والے کی عمر اگرچہ بفرض غلط امام احمد ہی ہوں، روزِ خواب سے آخر تک ان میں سے کسی مقدار پر نہ ہوئی۔ امام احمد کی عمر شریف ستتر سال ہوئی۔

---

[1] کشف وکرامات کے علاوہ فن تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔
[2] اسے عقل سے بیگانہ نہ سمجھا جاتا۔

اگر پانچ برس کی عمر میں خواب دیکھا ہو تو سب میں بڑا احتمال ۷۲ سال ممکن ہے
اور باقی زیادہ واضح ہیں یا اصل دیکھئے تو امام احمد و امام ابن سیرین کا نام تو
دیو بندیوں نے بنا لیا۔ کیا دلیل کہ واقعی خواب دیکھنے والے کی ساری عمر چار
احتمال اخیر سے کسی شمار پر نہ ہوئی۔ خواب دیکھنے کی تاریخ اور دیکھنے والے کی تاریخ
ولادت و تاریخ وفات، یہ سب صحیح طور پر معلوم ہوئی اور ثابت ہو کہ اُس کی
مجموع عمر و باقی عمر کوئی اُن میں سے کسی احتمال پر ٹھیک نہیں آتی اُس وقت
اس کہنے کی گنجائش ہو کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے مقدار عمر ہی بتائی ہو
مُعبّر کو اس کے جاننے کی طرف راہ نہ تھی لہٰذا اپنی سمجھ کے قابل اُسے غُیُوبِ خمسہ کی طرف
پھیر دیا۔ دیو بندیوں کو تو شاید اس اشارے میں یہ بارہ احتمال سمجھنے بھی دشوار ہوں[1]
حالانکہ وہ نہایت واضح ہیں اور ان کے سوا اور دقیق احتمال بھی تھے کہ ہم نے
ترک کر دیئے۔
شبہ ثانیہ کے تین رَدّ گزرے یہ غالباً لفظاً اوّل و دوم و سوم سے[2] الگ ہیں رابعاً دیو بندیوں
کی عبارت کہ "آپ کے علم مشاہدہ میں نقصان ثابت ہو گیا علمِ غیب پر اطلاع تو
ابھی دُور ہے" جس ناپاک و بے باک طرز پر واقع ہوئی اُس کا جواب تو ان شاء اللہ

---

[1] اہلِ عرب اپنی انگلیوں کے مخصوص اشاروں سے مخصوص عدد مراد لیتے ہیں اور منڈیوں میں
بھاؤ وغیرہ لگانا ہو تو مُنہ سے بولے بغیر رازداری سے عدد مقصود کے لیے انگلیوں کے
ساتھ اس کا اشارہ کر دیتے ہیں مثلاً دورانِ تشہد انگلی اُٹھاتے وقت ترپن ۵۳ کا عدد
بنایا جاتا ہے اس طرح پانچ انگلیاں خاص خاص انداز میں اُٹھانے سے کل بارہ
احتمال نکلتے ہیں ایسے اشارات و احتمالات تک رسائی امام احمد رضا محدّث بریلوی
قدس سرہٗ ایسے مُحدَّث و مُلہَم ہی کے لیے ممکن ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ
(ظہور احمد جلالی)

[2] جواب کے آغاز میں واقع چار امور جن کا ذکر صد پر اوّل، دوم، سوم، چہارم میں ہوا ہے۔

تعالےٰ روزِ قیامت ملے گا۔ مگر ان سفیہوں کو دین کی طرح عقل سے بھی مس نہیں، امر اہم و اعظم و اجل و اعلیٰ میں اشتغال بارہا امر سہل سے ذہول کا باعث ہوتا ہے[1] ایسی جگہ اس کے ثبوت سے ہی اس کا انتفا ہوتا ہے نہ کہ اس کی نفی سے اُس کی نفی پر اِستدلال کیا جائے وَلٰکِنَّ الْوَهَّابِيَّةَ قَوْمٌ يَّجْهَلُوْنَ۔

شبہہ ثالثہ کے دو رد گزرے امر اوّل و سوم[2] سے الگ۔

ثالثاً یہ حدیث جس طرح دیوبندی نے بنائی صریح اِفترا ہے نہ صحیح مسلم میں کہیں اس کا پتا ہے۔

رابعاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعمال امّت پیش کیے جانے کو غلط و محض افترا کہنا غلط و محض اِفترا ہے۔

حدیث ① بزاز اپنی مسند میں بسندِ صحیح جیّد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حَيَاتِيْ خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِيْ	میری زندگی بھی تمہارے لیے
خَيْرٌ لَّكُمْ وَتُعْرَضُ عَلَيَّ	بہتر اور میری وفات بھی
اَعْمَالُكُمْ فَمَا كَانَ مِنْ	تمہارے لیے بہتر۔ تمہارے
حَسَنٍ حَمِدْتُّ اللّٰهَ عَلَيْهِ	اعمال مجھ پر عرض کیے جائیں گے
وَمَا كَانَ مِنْ سَيِّئٍ	میں بھلائی پر حمد الٰہی بجالاؤں گا
اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لَكُمْ۔	اور بُرائی پر تمہاری بخشش چاہوں گا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ وَلَهٗ،

---

[1] کسی اہم معاملہ میں پوری طرح متوجہ ہونے سے آسان معاملہ کی طرف خیال نہیں جاتا۔

[2] یہ واقع تمہیدی چار امور میں سے۔

رِضَاءً وَلِحَقِّهِ الْعَظِيْمِ اَدَاءً اٰمِیْنَ۔

حدیث ② مُسْندِ حارث میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُحَدِّثُوْنِیْ وَنُحَدِّثُ لَکُمْ فَاِذَا اَنَا مِتُّ کَانَتْ وَفَاتِیْ خَیْرًا لَّکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ فَاِنْ رَاَیْتُ خَیْرًا حَمِدْتُّ اللّٰہَ وَاِنْ رَاَیْتُ غَیْرَ ذٰلِكَ اِسْتَغْفَرْتُ اللّٰہَ لَکُمْ۔

میرا جینا تمہارے لیے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں جب میں انتقال فرماؤں گا، تو میری وفات تمہارے لیے خیر ہوگی۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے، اگر نیکی دیکھوں گا حمدِ الٰہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْهِ قَدْرَ رَاْفَتِهٖ وَرَحْمَتِهٖ بِاُمَّتِهٖ اَبَدًا اٰمِیْنَ۔

حدیث ③ ابن سعد طبقات اور حارث مُسْنَد میں اور قاضی اسمٰعیل بسند ثقات بکر بن عبد اللہ مزنی سے مرسلاً راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُحَدِّثُوْنِیْ وَنُحَدِّثُ لَکُمْ فَاِذَا اَنَا مِتُّ کَانَتْ وَفَاتِیْ خَیْرًا لَّکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ فَاِنْ رَاَیْتُ خَیْرًا حَمِدْتُّ اللّٰہَ وَاِنْ رَاَیْتُ شَرًّا اِسْتَغْفَرْتُ لَکُمْ۔

میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے جو نئی بات تم سے واقع ہوتی ہے ہم اس کا تازہ علاج فرماتے ہیں جب میں انتقال کروں گا میری وفات تمہارے لیے بہتر ہوگی تمہارے اعمال میرے حضور معروض ہوں گے میں نیکیوں پر شکر اور بدی پر تمہارے لیے استغفار فرماؤں گا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی هٰذَا الْحَبِیْبِ الَّذِیْ اَرْسَلْتَهٗ رَحْمَةً وَبَعَثْتَهٗ نِعْمَةً وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ عَدَدَ كُلِّ عَمَلٍ وَّكَلِمَةٍ اٰمِیْنَ۔

حدیث ④ امام ترمذی محمد بن علی والد عبدالعزیز سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَتُعْرَضُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ وَعَلَی الْاٰبَاءِ وَالْاُمَّهَاتِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَیَفْرَحُوْنَ بِحَسَنَاتِهِمْ وَتَزْدَادُ وُجُوْهُهُمْ بَیَاضًا وَاِشْرَاقًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ تَعَالٰی وَلَا تُؤْذُوْا اَمْوَاتَكُمْ۔

ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو اعمال اللہ عزوجل کے حضور پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء اور ماں باپ کے سامنے، وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور اُن کے چہروں کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مُردوں کو بداعمالی سے ایذا نہ دو۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تَرْضَاهُ وَیَرْضَاهُ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَزْدَادُ بِهٖ وُجُوْهُ اٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا بَیَاضًا وَّاِشْرَاقًا اٰمِیْنَ۔

حدیث ⑤ ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ اَعْمَالَ اُمَّتِیْ تُعْرَضُ عَلَیَّ فِیْ كُلِّ یَوْمِ جُمُعَةٍ وَاشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلَی الزُّنَاةِ۔

بیشک ہر جمعہ کے دن میری اُمت کے اعمال مجھ پر پیش ہوتے ہیں اور زانیوں پر خدا کا سخت غضب ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

حدیث ⑥ امام اجل عبداللہ بن مبارک سیّدنا سعید بن حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی:

لَیْسَ مِنْ یَوْمٍ اِلَّا وَتُعْرَضُ

کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی

عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْمَالُ اُمَّتِهٖ غُدْوَةً وَ عَشِيًّا فَيَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ وَاَعْمَالِهِمْ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اُنکی اُمت کے اعمال صبح شام دو وقت پیش ہوتے ہوں تو حضور اُنہیں اُن کی نشانی صورت سے بھی پہچانتے ہیں اور اُن کے اعمال سے بھی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ؛

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے : وذالك كل يوم كما ذكره المؤلف وعده من خصوصياته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و تعرض عليه ايضا مع الانبياء والآباء يوم الاثنين والخميس۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور یہ پیشی تو ہر روز ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے ذکر فرمایا اور اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے گنا اور ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو بھی حضور پر اعمالِ اُمّت انبیاء و آباء کے ساتھ پیش ہوتے ہیں، قاله تحت حديث ابن سعد المذكور والله تعالىٰ اعلم۔ اس طور پر بارگاہِ حضور میں اعمالِ اُمّت کی پیشی روزانہ ہر صبح و شام کو الگ ہوتی ہے پھر ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو جُدا ہر جمعہ کو ہفتہ بھر کے اعمال کی پیشی جُدا۔ بالجملہ دیوبندیوں کا اُسے غلط و افترائے محض کہنا محض اسی بناء پر ہے کہ فضائلِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جَلتے ہیں۔ صحیح حدیثوں کو کیا مانیں جب قرآن عظیم ہی سے بچ کر نکلتے ہیں۔ اوندھے چلتے ہیں۔ فبای حدیث بعد اللّٰہ و اٰیٰتہ یؤمنون ٥

تحقیقِ حدیث

شبہۂ رابعہ شبہۂ رابعہ کے دورَدّ گزرے امر اوّل و دوم سے ثالثاً حدیث ترمذی جس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھاری شدید اعتراض جمانا چاہا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون اصول محدثین پر محلِ کلام اور اصولِ دین پر قطعاً حجیّت

سے ساقط ہے ترمذی کے یہاں اُس کے لفظ یہ ہیں :

حدثنا محمّد بن یحیی ثنا محمّد بن یوسف عن اسرائیل ثنا سماك بن حرب عن علقمة بن وائل الكندی عن ابیه ان امراة خرجت علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم ترید الصلوٰة فتلقاها رجل فتجعل لها فقضی حاجة منها فصاحت فانطلق ومر بها رجل فقالت ان ذالك الرجل فعل بی کذا وکذا ومرت بعصابة من المهاجرین فقالت ان ذالك الرجل فعل بی کذا وکذا فانطلقوا فاخذوا الرجل الذی ظنت انه وقع علیها فاتوها فقالت نعم هو هذا فاتوبه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فلما امر به لیرجم قام صاحبها الذی وقع علیها فقال یا رسول الله انا صاحبها فقال لها اذهبی فقد غفر الله لك وقال للرجل قولاً حسنا وقال للرجل الذی وقع علیها ارجموه وقال لقد تاب توبة لو تابها اهل المدینة لقبل منهم هذا حدیث حسن غریب صحیح وعلقمة بن وائل بن حجر سمع من ابیه وهو اکبر من عبد الجبار بن وائل عبد الجبار لم یسمع من ابیه۔

(۱) وَائِل رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے عَلْقَمَہ کے سماع میں کلام ہے امام یحییٰ بن معین اُن کی روایت کو منقطع بتاتے ہیں اور اسی پر حافظ نے تقریب میں جزم کیا۔ میزان میں ہے :

علقمة بن وائل بن حجر صدوق الا ان یحییٰ بن معین

يقول روايته عن ابيه مرسلة[1] ۔

تقریب میں ہے : علقمة بن وائل صدوق الا انه لم يسمع من ابيه[2] ۔

(۲) پھر سماک بن حرب میں کلام ہے۔ تقریب میں ہے :

قال النسائی اذا انفروا باصل لم یکن حجة لانه کان یلقن فیتلقن اھ وقد انتقد الحفاظ علی الترمذی تصحیحاته بل وتحسیناته کما بیناه فی مدارج طبقات الحدیث وغیرها من تصانیفنا ، اور اس پر ظاہر کہ اس حدیث کا مدار سماک پر ہے۔

(۳) ابوداؤد نے یہ حدیث بعینہٖ اسی سند سے روایت کی اور اُسی میں یہ لفظ لیرجم جو منشاء اعتراض وہابی ہے اصلاً نہیں ، اُس کی سَنَد یہ ہے :

حدثنا محمد بن یحیٰی بن فارس فا القریابی نا اسرائیل نا سماك بن حرب عن علقمة بن وائل عن ابیه ۔ اور محل احتجاج میں لفظ صرف یہ ہیں :

فقالت نعم هو هذا فاتوا به رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فلما امر به قام صاحبها الذی وقع علیها فقال یارسول الله انا صاحبها ۔

آخر میں ہے : قال ابوداؤد رواه اسباط بن نصر ایضا عن سماك ۔

یہاں امر بہ مطلق ہے ممکن کہ تحقیقات کے لیے حکم فرمایا یہ بھی سہی کہ بقدر حاجت کچھ سخت گیری کرو قید کرو کہ اگر گناہ کیا ہو اقرار کرے کہ شرعاً متہم کی تعزیر جائز

---

[1] حدیث مرسل وہ حدیث ہے جس کی سَند کے آخر سے کوئی راوی گرا ہوا ہو۔

[2] علقمہ بن وائل صدوق (سچے) راوی ہیں مگر انہوں نے اپنے والد وائل رضی اللہ عنہ سے حدیث نہیں سُنی۔

ہے۔ جامع ترمذی میں بسند حسن معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

حدثنا علی بن سعید الکندی ثنا ابن المبارك عن معمر عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم حبس رجلا فی تهمة ثم خلی عنه قال الترمذی وفی الباب عن ابی هریرة حدیث بهز حدیث حسن وقد روی اسمٰعیل بن ابراهيم عن بهز بن حكيم هذا الحديث اتم من هذا واطول اھ قلت سند الترمذی حسن علی وبهز وحكيم كلهم صدوق ما اشار اليه من رواية اسمٰعيل بن ابراهيم فقد رواها ابن ابی عاصم فی كتاب العفو قال حدثنا ابوبكر بن ابی شيبة ثنا ابن علية عن بهز عن ابيه عن جده واخاه اتی النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فقال جيرانی علی ما اخذوا فاعرض عنه فاعلم قوله فاعرض عنه (وساق القصه قال فی آخرها) خلوا له عن جيرانه۔

۴ امام بغوی نے مصابیح میں یہ حدیث ذکر کی اور اُس میں سرے سے دوسرے شخص کا جس پر غلطی سے تہمت ہوئی تھی قصہ ہی نہ رکھا مصابیح کے لفظ یہ ہیں:

عن علقمه بن وائل، عن ابيه ان امرأة خرجت علی عهد رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم تريد الصلوٰة فتلقاها رجل فتحللها فقضی حاجته منها فصاحت وانطلق ومرت عصابة من المهاجرين فقالت ان ذالك فعل بی كذا وكذا فاخذوا الرجل فاتوا به رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فقال لها

اذھبی فقد غفر انہ لك وقال للذی وقع علیھا ارجموہ وقال لقد تاب توبۃ لوتابھا اھل المدینۃ لقبل منھم۔ یہ بالکل صاف و بے دغدغہ ہے۔ مشکوۃ میں اسے ذکر کرکے کہا:

رواہ الترمذی وابوداؤد۔

⑤ اس لفظ ترمذی میں اصل علّت یہ ہے کہ اگر کوئی عورت دھوکے سے کسی مرد پر زنا کی تہمت رکھدے اور حاکم کے حضور نہ وہ مرد اقرار کرے نہ اصلاً کوئی شہادت معائنہ گزرے۔ چار درکنار ایک گواہ بھی نہ ہوتا تو کیا ایسی صورت میں حاکم کو روا ہے کہ صرف عورت کے نام لے دینے سے اس کے رجم و قتل کا حکم دے دے۔ حاشا ہرگز نہیں ایسا حکم قطعاً یقیناً اجماعاً قرآن عظیم و شریعت مطہرہ کے بالکل خلاف اور صریح باطل و ظلم و خون ناحق ہے اس سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔ اور یہاں اسی قدر واقعہ تمہارے ائمہ کے یہاں مقبول ہے مگر انقطاع باطن باجماع علم۔ مردود باطل و مخذول ہے۔ اگرچہ کیسی ہی سند لطیف و صحیح سے آئے نہ کہ یہ سند بوجہ مخل نظر ہے۔ سماک کے سوا اسرائیل میں بھی اختلاف ہے اگرچہ راجح توثیق ہے۔ امام علی بن مدینی نے فرمایا: اسرائیل ضعیف۔

ابن سعد نے کہا: منھم من یستضعفہ۔

یعقوب بن شیبہ نے کہا: صالح الحدیث فی حدیثہ لین.

میزان میں ہے: کان یحیٰی القطان لا یرضاہ۔

ابن حزم نے کہا ضعیف اور ان کی متابعت کہ اسباط بن نصر نے کی ان کا حال تو بہت گرا ہوا ہے۔

تقریب میں کہا: صدوق کثیر الخطا یغرب اھ اما ماحاول بہ التقضی عنہ فی ھامش نسخۃ الطبع اذ قال لعل المراد

فلما قارب ان یامر به وذالك قاله الراوی نظرا الی ظاهر الامر حیث انهما حضروه فی الحکمة عند الامام والامام اشتغل بالتفتیش عن حاله اھ۔

فاقول لا یجدی نقفا ولا یبدی انعافان الاشتغال بالتفتیش لا یفهم قرب الامر بالرجم مالم یکن هنالك شئ یثبته وما کان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لیامر بقتل مسلم من دون ثبت فکیف یظهر للناظر قرب الامر بالرجم رجما بالغیب بل نسبة مثل هذا الفهم الرکیك الباطل الذی یترفع عنه احاد الناس الی الصحابة رضی اللّٰه تعالٰی عنهم ثم ادعاء انهم اعتمدوا علیه کل الاعتماد حتی نسبوا الامر بالرجم الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ازراء بالصحابة وهو یرفع الامان عن روایاتهم ولا حول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حاکمِ شریعت وطریقت ہیں

رابعاً یہ سب علم ظاہر کے طور پر تھا اور علم حقیقت لیجئے تو وہابیہ کا عجب اوندھا پن قابلِ تماشا ہے وہ حدیث کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم غیب پر روشن دلیل ہے اُسی کو اُلٹی دلیل نفی ٹھہراتے ہیں اللہ عزوجل نے ہمارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شریعت وحقیقت دونوں کا حاکم بنایا۔ حضور کے احکام شریعت ظاہرہ پر ہوتے اور کبھی حقیقتِ باطنہ پر حکم فرماتے مگر اس پر زور نہ دیا جاتا۔

اُمّت میں اختلاف کی خشتِ اوّل

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک شخص کی تعریف کی کہ جہاد میں ایسی قوت

رکھتا ہے اور عبادت میں ایسی کوشش کرتا ہے اتنے میں وہ سامنے سے گزرا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس کے چہرہ پر شیطان کا داغ پاتا ہوں اُس نے پاس آکر سلام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس کے دل کی بات بتائی کہ کیا تُو نے اپنے دل میں یہ کہا کہ اس قوم میں تجھ سے بہتر کوئی نہیں ہے؟ کہا ہاں، پھر چلا گیا اور ایک مسجد مقرر کر کے نماز پڑھنے کھڑا ہوا۔ حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کون ایسا ہے جو اُٹھ کر جائے اور اُسے قتل کر دے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے دیکھا نماز پڑھتا ہے واپس آئے اور عذر عرض کیا کہ میں نے اُسے نماز میں دیکھا۔ مجھے قتل کرتے خوف آیا۔ حضور نے پھر فرمایا تم میں کون ایسا ہے کہ اُٹھ کر جائے اور اُسے قتل کر دے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور نماز پڑھتا دیکھ کر چھوڑ آئے اور وہی عذر کیا۔ حضور نے پھر فرمایا تم میں کون ایسا ہے کہ اُٹھ کر جائے اور اسے قتل کر دے۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کی میں۔ حُضور نے فرمایا ہاں تم اگر اُسے پاؤ۔ یہ گئے اور وہ جا چکا تھا۔ حُضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ میری اُمّت سے پہلا سینگ نکلا تھا، اگر یہ قتل ہو جاتا تو آئندہ اُمّت میں کچھ اختلاف نہ پڑتا۔ ابن ابی شیبہ و ابو یعلیٰ و بزاز بیہقی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال ذکروا رجلا عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذکروا قوتہ فی الجھاد واجتھادہ فی العبادۃ فاذا ھم بالرجل مقبل فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انی لاجد فی وجھہ سفعۃ من الشیطان فلما دنی فسلم فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھل حدثت نفسک بانہ لیس فی القوم احد خیر منک قال نعم ثم ذھب فاختط مسجدا ووقف یصلی فقال رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم من یقوم الیہ فیقتلہ فقام ابوبکر فانطلق فوجدہ یصلی فرجع فقال وجدتہ یصلی فہبت ان اقتلہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایکم یقوم فیقتلہ فقام عمر فصنع کما صنع ابوبکر فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایکم یقوم فیقتلہ فقال علی انا قال انت ان ادرکتہ فذھب فوجدہ قد انصرف فرجع قال فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھذا اول قرن خرج من امتی لوقتلتہ ما اختلف اثنان بعدہ من امتی۔

فرمایا اسے قتل کردو

خدمتِ اقدس میں ایک شخص حاضر کیا گیا جس نے چوری کی تھی ارشاد ہوا اِسے قتل کردو، عرض کی گئی اِس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا خیر ہاتھ کاٹ دو پھر اِس نے دوبارہ چوری کی اور قطع کیا گیا، سہ بارہ زمانہ صدیق اکبر میں پھر چُرایا اور قطع کیا گیا چوتھی بار پھر چوری کی اور قطع کیا گیا، پانچویں بار پھر چُرایا، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری حقیقت خوب جانتے تھے جبکہ اوّل ہی بار تیرے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا۔ تیرا وہی علاج ہے جو حضور کا اِرشاد تھا۔ لے جاؤ اِسے قتل کردو، اب قتل کیا گیا۔ ابویعلی اور شامتی اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں محمد بن حاطب اور حاکم مستدرک میں بافادۂ تصحیح ان کے بھائی حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلص فامر بقتلہ فقیل انہ سرق فقال اقطعوہ ثم جئ بہ بعد ذالك الی ابی بکر وقد قطعت قوائمہ فقال ابوبکر ما اجد لك شیأ الا ماقضی فیك رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم امر

بقتلك فانه کان اعلم بك فامر بقتله۔

صحیح مستدرک کے لفظ حارث بن حاطب سے یہ ہیں:

ان رجلا سرق علی عهد رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فاتی به فقال اقتلوه فقالوا انما سرق قال فاقطعوه ثم سرق ایضاً فقطع ثم سرق علی عهد ابی بکر فقطع ثم سرق قطع حتی قطعت قوائمه ثم سرق الخامسة فقال ابوبکر رضی الله تعالی عنه کان رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم اعلم بهذا حیث امر بقتله اذهبوا فاقتلوه اذهبوا۔

ظاہر ہے کہ ان دونوں کے قتل کا حکم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے علومِ غیب کی ہی بنا پر فرمایا تھا ورنہ ظاہر شریعت میں وہ مستحق قتل نہ تھے۔

اختیاراتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماعِ علماء

امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی سلمہ اللہ تعالیٰ خصائص کبریٰ شریف میں فرماتے ہیں: باب ومن خصائص المصطفیٰ صلی الله تعالی علیه وسلم من جمع بین القبلتین والهجرتین وانه جمعت له الشریعة والحقیقة ولم یکن للانبیاء الا احدهما بدلیل قصة موسی مع الخضر علیهما الصلوٰة والسلام وقوله انی علی علم من علم الله لا ینبغی لك ان تعلمه وانت علی علم من علم الله تعالی لا ینبغی لی ان اعلمه وقد کنت قلت هٰذا الکلام اولا استنباطا من هٰذا الحدیث من غیر ان اقف علیه فی کلام احد من العلما ثم رایت البدرین الصاحب اشار الیه فی تذکرته ووجدت من شواهده حدیث السارق الذی امر بقتله والمصلی الذی امر بقتله وقد تقدم فی باب الاخبار بالمغیبات زیادة ایضاح لهٰذا الباب فقد اشکل فهمه علی قوم

ولوتاملوا لاتضح لهما المراد بالشريعة الحكم بالظاهر و
بالحقيقة الحكم بالباطن وقد نص العلماء على ان غالب
الانبياء عليهم السلام انما بعثوا ليحكموا بالظاهر دون ما اطلعوا
عليه من بواطن الامور وحقائقها ولكون الانبياء لم يبعثوا
بذالك انكر موسیٰ قتله الغلام فقال له لقد جئت شيئا نكرا
لان ذالك خلاف الشرع فاجابه بانه امر بذالك وبعث به
فقال وما فعلته عن امری ذالك تاويل فهذا معنى انك
على علم الى اخره قال الشيخ سراج الدين البلقيني فی
شرح البخاری المراد بالعلم التنفيذ والمعنى لا ينبغی
لك ان تعلمه لتعمل به لان العمل به مناف لمقتضی الشرع
ولا ينبغی ان اعلمه فاعمل بمقتضاه لانه مناف لمقتضی
الحقيقة قال فعلى هذا لا يجوز للولی التابع للنبی صلی الله
تعالیٰ عليه وسلم اذا اطلع على حقيقة ان ينفذ ذالك
بمقتضی الحقيقة وانما عليه ان ينفذ الحكم الظاهر انتهی
وقال الحافظ ابن حجر فی الاصابة قال ابو حيان فی
تفسيره الجمهور على ان الخضر نبی وكان علمه معرفة
بواطن اوحيت اليه وعلم موسیٰ الحكم بالظاهر نا شار الی ان المراد فی الحديث
بالعلمين الحكم بالباطن والحكم بالظاهر لا امر اخر وقد قال الشيخ تقی الدين السبكی
ان الذی بعث به الخضر شريعة له فالكل شريعة واما نبينا
صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فانه امر ولا ان يحكم بالظاهر
دون ما اطلع عليه من الباطن والحقيقة كغالب الانبياء
ولهذا قال نحن نحكم بالظاهر وفی لفظ انما اقضی بالظاهر
والله يتولی السرائر وقال انما اقضی بنحو ما اسمع فمن قضيت

له بحق آخر فانما هی قطعة من النار وقال للعباس اما ظاهرك وفكان علينا واما سريرتك فالى الله وكان يقبل عذر المتخلفين عن غزوة تبوك يكل سرائرهم الى الله وقال فی تلك المرأة لوكنت راجما احدا من غير بينة لرجمتها وقال ايضا لولا القرآن لكان لی ولها شان فهذا كله صريح فی انه انما يحكم بظاهر الشرع بالبينة اوالاعتراف دون ما اطلعه الله عليه من بواطن الامور وحقائقها ثم ان الله زاده شرفا واذن له ان يحكم بالباطن وما اطلع عليه من حقائق الامور فجمع له بين ما كان للانبياء وماكان للخضر خصوصية خصه بها ولم يجمع الامران لغيره وقد قال القرطبی فی تفسيره اجمع العلماء عن بكرة ابيهم انه ليس لاحد ان يقتل بعلمه الا النبی صلی الله تعالى عليه وسلم وشاهد ذالك حديث المصلی والسارق الذين امر بقتلهما فانه اطلع على باطن امرهما وعلم منهما ما يوجب القتل ولوتفطن الذين لم يفقهوا الی استشهادی بهذين الحديثين فی اخرالباب لعرفوا ان المراد الحكم بالظاهر والباطن فقط لا شیٔ اخر لا يقوله مسلم ولا كافر ولا مجانين المارستان وقد ذكر بعض السلف ان الخضر الی الأن ينفذ الحقيقة وان الذين يموتون فجاءة هو يقتلهم ان صح ذالك فهو فی هذه الامة بطريق النيابة من النبی صلی الله تعالى عليه وسلم فانه صار من اتباعه كما ان عيسیٰ عليه السلام لما ينزل يحكم بشريعة النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم نيابة عنه ويصير من اتباعه وامته اھ ۔

اِس کلامِ نفیس سے یہ ثابت ہُوا کہ عامۂ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو صرف ظاہر شرع پر عمل کا اِذن ہوتا ہے اور سیّدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے علمِ مُغَیَّبَات پر عمل کا حکم ہے لہذا انہوں نے نا سمجھ بچہ کو بے کسی جُرم ظاہر کے قتل کر دیا اور یہ کہ اب جو ناگہانی موت سے مر جاتے ہیں انہیں بھی وہی قتل فرماتے ہیں اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظاہر شرع اور اپنے عُلُومِ غیب دونوں پر عمل و حکم کا ربّ عزّوجلّ نے اختیار دیا ہے اور امام قرطبی نے اجماع علماء نقل فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ محض اپنے علم کی بناء پر قتل کا حکم فرما دیں اگرچہ گواہ شاہد کچھ نہ ہو اور حضور کے سوا دوسرے کو یہ اختیار نہیں تو اگر اُس نماز والے یا اس چور یا اس شخص کو جس پر عورت نے دھوکے سے تہمت رکھی تھی قتل کا حکم فرما دیں تو یقیناً وہ حضور کے علوم غیب ہی پر مبنی ہے نہ کہ اُن کا نافی کیوں وہابیہ! اب تو اپنی اوندھی مت پر مطلع ہوئے فانی تؤفکون۔ (کہاں اوندھے پھیرے جاتے ہو)

مسلمانو! وہابیہ کے مطلب پر بھی غور کیا۔ حکم کے دو ہی منبے ہوتے ہیں یا ظاہر شرع یا باطنی علومِ غیب۔ ظاہر ہے کہ یہاں ظاہر کی رُو سے تو اصلاً حکمِ رَجَم کی گنجائش نہ تھی، نہ ملزم کا اقرار نہ اصلاً کوئی گواہ۔ صرف مدعی کا غلط دعویٰ سُن کر مسلمان کے قتل کا حکم فرما دیں۔ نبی کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے۔ آج کل کا کوئی عالم نہ عالم کوئی جاہل حاکم ہی ایسا حکم کر بیٹھے تو ہر عاقل اُسے یا سخت جاہل یا پکا ظالم کہے تو حدیث صحیح مان کر راہ نہ تھی مگر اسی طرف کہ حُضُور نے بر بنائے تہمت ہرگز یہ حکم نہ دیا بلکہ اپنے عُلُومِ غیب سے جانا کہ یہ شخص قابلِ رَجَم ہے اس بنا پر حکمِ رَجَم فرمایا۔ اِسے وہابیہ مانتے نہیں بلکہ بزعم خود اسی کے ابطال کو یہ حدیث لائے ہیں تو اب سمجھ لیجئے کہ اِن کا مطلب کیا ہوا اور انہوں نے تمہارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیسا بھاری الزام قائم کیا۔ کیوں نہ ہو، عداوت کا یہی مُقتضیٰ ہے۔

قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر قد بینا الاٰیٰت لقوم یعقلون[1] ٥ والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم[2] ٥ رب اعوذبک من ھمزات الشیٰطین ٥ واعوذبک رب ان یحضرون[3] ٥ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ا۔ یقیناً ان کی باتوں سے بُغض (کبیر) ظاہر ہوگیا اور جو ان کے سینوں نے چھپا رکھا ہے وہ بڑا ہے۔ ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سُنا دیں اگر تمہیں عقل ہو (آل عمران ۱۱۸)

۲۔ اور جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف دیتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے (التوبہ ۵۸)

۳۔ اے میرے ربّ! مَیں تیری پناہ چاہتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے اور اے میرے ربّ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں (المؤمنون ۹۷-۹۸)